Fikr-o-Nasar (Islamabad) 25:3 (1988)

اسلامی ریَاست کا تصوّر ★

سید صباح الدّین عبدالرحمن

ہمارے رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد خلفائے راشدین کی جو حکومت قائم ہوئی، تو اُس کا مطالعہ کرنے والے کچھ تو اُس کو مذہبی، کچھ اس کو جمہوری، کچھ اُس کو دستوری، کچھ اس کو زعیمی (یعنی آمرانہ) اور کچھ اشتراکی بھی کہتے ہیں، جو جیسا ہوتا ہے ویسا ہی اس کی تعبیر کرنے لگتا ہے یہ مذہبی ضرور تھی، مگر اوتاری یعنی تھیوکریسی نہ تھی ، اس کا خلیفہ نہ خدا کا اوتار تھا، نہ خدا کا مظہر سمجھا جاتا تھا، اور نہ خدا سے براہِ راست احکام پاتا تھا، اس میں کوئی خدائی تقدیس نہ تھی، وہ محض ایک انسان تھا، جو انتخاب کے ذریعہ سے سربراہی کے لئے مامور ہوا، مگر حکومت کے حقوق اور فوائد میں امت کے عام افراد سے اس کو کوئی تفوق حاصل نہ تھا ، اس لحاظ سے یہ جمہوری حکومت تھی، وہ اربابِ شوریٰ اور اہلِ حل و عقد سے مشورہ بھی کرتا رہتا، اس لئے اس میں دستوری حکومت کا بھی رنگ تھا ، لیکن اُس کے ہر جائز حکم اور صواب دید پر بے چون و چرا عمل کرنا امت کے لئے ضروری ہوتا تھا، اس لئے وہ اپنے وقت کی قوتِ آمرہ بھی سمجھا جاتا، اس طرح اس حکومت میں مذہبی دستوری، جمہوری اور زعیمی کے فضائل تو ضرور تھے، مگر یہ اُن کے قبائح اور مثالب سے خالی تھی، اس لئے یہ ایک آئیڈیل حکومت قرار دی جاتی ہے اور اس کو اسلامی

★ یہ مقالہ معارف، اعظم گڑھ ، جولائی ۱۹۸۰ء سے لیا گیا۔

حکومت کہا جاتا ہے ، مگر ایسی حکومت تیس سال تک قائم رہی، اس کے بعد جتنی حکومتیں قائم ہوتی گئیں ، وہ خاندانی تھیں، کیا وہ اسلامی حکومتیں نہ تھیں؟ اگر وہ اسلامی حکومتیں نہ تھیں، تو کیا مسلمانوں کی بھی حکومتیں نہ تھیں، کیا ان میں اسلامی قوانین وغیرہ رائج نہیں رہے اور اگر ان میں اسلامی قوانین اور شعار کی بالادستی رهی تو پھر ان کو اسلامی حکومتیں کہا جا سکتا ہے کہ نہیں کیا وہ هماری سیاسی تاریخ یا سیاسی ورثہ میں داخل هیں کہ نہیں ؟

اس پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے کہ خلفائے راشدین کا جو انتخاب هوا تو کیا یہ همارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح هدایت کے مطابق تھا، ظاهر ہے کہ همارے رسولؐ نے حکومت کے سربراہ کے انتخاب کے سلسلہ میں کوئی واضح هدایت نہیں دی آپؐ کے یہاں حکمرانی کی ساری باتیں تو ملتی هیں، مگر حکومت کے طرز اور تشکیل کی کوئی واضح هدایت نہیں ملتی، آپؐ نے هر شعبۂ زندگی کی جزوی باتوں کی واضح تعلیم دی ہے مگر طرزِ حکومت اور اس کی تشکیل کو بالکل غیر واضح چھوڑ دیا ہے اسی لئے گذشتہ چودہ سو سال سے اس کی کوئی ایسی متعین شکل مرتب نہیں هو سکی، جو هر اسلامی ملک میں یکساں طور پر مروج هو،

اس کی وجہ بظاهر تو یہی معلوم هوتی ہے کہ حکومت جغرافیائی حالات اور زمانہ کے تحت بدلتی رهتی ہے اس لئے ایک ملک یا ایک زمانہ کا طرزِ حکومت دوسرے ملک اور دوسرے زمانہ کے لئے ضروری نہیں کہ مفید اور موزوں هو، اسلام ایک عالمگیر اور دائمی مذهب ہے جو هر ملک اور هر زمانہ کے لئے ہے اس لئے طرزِ حکومت اور اسکی تشکیل کا غیر واضح رهنا هی مناسب ہے کہ جب جیسی ضرورت هو، اسی کے مطابق حکومت بنائی جائے، مگر حکومت کے لئے کچھ بنیادی باتیں ایسی هیں جو هر زمانہ ، هر ملک اور هر ماحول

کے لئے لازمی ھیں، اُن کی وضاحت ھمارے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کر دی ھیں، جو ایسی اعلیٰ سیاسی تعلیمات ھیں، جن پر فخر کیا جا سکتا ہے۔

آپ کی تعلیم یہ ہے کہ حکومت کا سربراہ اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ حاکمیت پر ایمان رکھتا ھو یعنی دنیا کی سر زمین ، اور اس سر زمین کا خواہ کوئی خطّہ یا ملک ھو، اس کا حاکم اعلیٰ علی الاطلاق اور شہنشاہ قادر مطلق اللہ تعالیٰ ھی ہے بادشاھی اسی کی ہے قرآن پاک میں خدا اپنے کو ملک الناس، الملکُ القدوس السلام، الملک القدوس العزیز کہتا ہے کلام مجید میں ہے اللہ تعالیٰ ھی ھر سلطنت کا مالک ہے جس کو چاھے سلطنت دے» ، (آل عمران ـ ۳) اس لئے قانون اور حکم بھی اس کا ھوا، دوسرے حکمرانوں کا حکم اسی وقت مانا جائے، جب وہ عین حکم الٰہی ھو، یا اس پر مبنی ھو، یا کم از کم اس کے مخالف نہ ھو، اس کے بعد کسی قیصر و کسریٰ یا کسی آمر اور مطلق العنان حاکم کے پیدا ھونے کی گنجائش نہیں رھتی اور نہ سلطنت یا حکومت کسی کی ملکیت ھو جانے کا خطرہ رھتا ہے راعی اور رعایا کی تفریق بھی نہیں رھتی ہے ایک شہنشاہِ ارض و سما کے آگے سارے بندے یا تو اس کے خوف یا اس کی اطاعت گذاری کی خاطر سرافگندہ رھتے ھیں، یہ سرافگندگی انسانی قوانین سے پیدا نہیں ھوتی، خدا کے قوانین کو ماننے کی اس لئے بھی ضرورت ہے کہ ان میں ابدیت ھوتی ہے مثلاً خدا نے یہ قانون بنایا ہے کہ گرم چیز گرم ، اور ٹھنڈی چیز ٹھنڈی رہے گی، تو کسی زمانہ میں آگ برف نہیں بن سکتی، اور برف آگ نہیں ھو سکتی ہے خدا نے چاند اور سورج کی جو گردش مقرر کی ہے وہ برابر سے ہے اور برابر رہے گی، اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ تو خدا کے قانون میں کوئی ادل بدل نہیں پائیگا (فتح ـ ۳) اسی طرح خدا کا یہ بھی قانون ہے کہ

نیکی بدی نہیں بن سکتی اور بدی نیکی نہیں کہی جا سکتی اسی طرح اس کا قانون یہ ہے کہ کسی حال میں جھوٹ نہ بولو ہمیشہ سچ بولو کسی کے ساتھ ظلم نہ کرو ، دوسروں کے حقوق کو غصب نہ کرو، چوری نہ کرو، ڈاکہ نہ ڈالو، دوسروں کی عزت اور آبرو کو داغ نہ لگاؤ، دوسروں کے مال کو ناجائز طریقے سے حاصل نہ کرو، حق قانون کے بغیر کسی عورت پر تصرف نہ کرو، کسی کی جائداد اور ملکیت پر ناجائز قبضہ نہ کرو ، لین دین میں طرفین کی رضامندی کا خیال رکھو، لڑائی اور جھگڑے کے اسباب کی روک تھام کرو، اخلاق سوز حرکات کی بندش کرو، زمین سے فتنہ و فساد کا انسداد کرو، اسکے بندوں کے درمیان عدل و انصاف اور امن و اطمینان کا خیال کرو، لوگوں کے درمیان سے نزاع اور فریب کی روک تھام کرو، یہ وہ قوانین ھیں جن میں ابدیت ہے اور یہ سارے بندوں کے لئے بنائے گئے ھیں، چاھے کالے ھوں یا گورے، یورپی ھوں یا ایشیائی یا کسی مذھب کے بھی پیرو ھوں، سب کے لئے یکساں اور برابر ھیں، خود خدا کہتا ہے کہ خدا کے نافرمانوں سے لڑتے رھو، یہاں تک کہ فساد نہ رھے اور سب حکم اللہ کا ھو جائے، (انفال ۔ ۵) ۔

پھر اسلام جب اس کی تعلیم دیتا ہے کہ حکومت یا اس کا سربراہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور اس کے قوانین کا پابند ھو، تو اس مین کہاں سے نقص پیدا ھوتا ہے اور کون سی ایسی چیزیں ھیں جو قابل عمل نہیں، اللہ تعالیٰ کے قوانین اس لئے ھیں کہ دنیا میں فساد نہ ھو تو پھر ان قوانین پر عمل کرنے میں کیوں پس و پیش ھو،

ھمارے رسولؐ نے یہ بھی فرمایا کہ حکومت اور مذھب دو علیحدہ چیزیں نہیں ھیں، یہ دو علیحدہ چیزیں تو اس وقت ھو سکتیں جب حکومت کا نصب العین کچھ اور ھو، اور مذھب کا مقصد کچھ اور ھو، یہ کہا جاتا ہے کہ جو قیصر کا ہے وہ قیصر کو دو، اور جو خدا کا

ہے وہ خدا کو دو، یہ گویا اس کی تعلیم ہے کہ قیصر اور خدا دو متوازی قوتیں ھیں، ایک کا حکم دوسرے سے بالکل الگ ہے یعنی اگر خدا عدل ، باھمی محبت ، اور انسانی ھمدردی ، اخلاص اور تعلیم دے کر دنیا سے فساد مٹانا چاھتا ہے تو کیا یہ تعلیم قیصر اور اس کی حکومت میں نہ ملے گی؟ کیا اس سے وہ خالی اور عاری ہے؟ ھمارے رسول کی یہ بھی تعلیم ہے کہ حکومت کا سربراہ خدا کے قوانین پر عمل پیرا ھو کر متقی ھو، پرھیزگار ھو، اس کی سب سے بڑی عبادت رعایا کی خدمت، اُن کے معاملات کی دادگری، اور اُن کے کاموں کی نگرانی ہے تو کیا مذھب کو حکومت سے اس لئے دور رکھا جائے کہ اس کا سربراہ فاسق ھو، فاجر ھو، عیاش ھو، شرابی ھو، وہ رعایا کی خدمت، اُن کے معاملات کی دادگری، اور اُن کے کاموں کی نگرانی سے بےنیاز ھو، قرآن مجید میں حضرت داؤدؑ کو یہی حکم تو دیا گیا تھا، کہ اے داؤدؑ!ھم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا، تو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ حکومت کرو، اور خواھش نفس کی پیروی نہ کرو کہ وہ تم کو اللہ کے راستہ سے ھٹا دے گا، (صٓ ۲) خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو امام یا حاکم ضرورت مندوں سے اپنا دروازہ بند کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت کے وقت آسمان کا دروازہ بند کرلے گا، (ترمذی ابواب الاحکام ـ ۲۲) قرآن پاک میں یہ بھی ہے کہ امانت والوں کی امانتیں اُن کے حوالے کر دیا کرو، اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو، تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو، خدا تمھیں بہت خوب نصیحت کرتا ہے بے شک خدا سنتا اور دیکھتا ہے (نساء ـ ۸) قرآن پاک میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی انصاف کرنے والوں کو پیار کرتا ہے اللہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا، (آل عمران ـ ٦ ـ ۱۴) رسول اللہ نے فرمایا کہ جس بندہ کو اللہ کسی رعیت کا نگراں بنائے ، اور وہ اس کی خیر خواھی پوری پوری نہ کرے، تو

وہ جنت کی بو بھی نہ پائے گا، (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۵ کتاب الاحکام) پھر فرماتے ھیں کہ بے شک انصاف کرنے والے حکام اللہ تعالیٰ کے پاس نور کے ممبروں پر اس کے داھنے ھاتھ پر ھوں گے، (صحیح مسلم کتاب الامارہ) یہ بھی فرمایا کہ بےشبہہ سب لوگوں سے خدا کو محبوب اور خدا سے قریب امام عادل ہوگا، اور خدا کے نزدیک سب سے مبغوص اور خدا سے دور وہ امام ہوگا جو ظالم ہو، (ترمذی ابواب الاحکام،) یہ آیتیں اور حدیثیں اسلامی حکومت کے آئین کے باب میں اساسی حیثیت رکھتی ھیں، کیا حکومت ایسی چیزوں پر عمل کرنا پسند نہیں کرتی ہے جو مذھب سے وحشت کھاتی ہے، پھر مذھب انسان کو اتنے حقوق دیتا ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں، قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو کچھ ہے سب تمھارے لئے پیدا کیا گیا ہے، اس نے دریاؤں، کشتیوں اور نہروں کو تمھارے قابو میں کردیا، حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو اپنی صورت میں پیدا کیا،

یہ ایک ایسا تصور ہے جو انسانیت کو بلند سے بلند مرتبہ تک پہنچاتا ہے جس کے اندر سیاسی، اخلاقی، دنیاوی، اور دینی ساری باتیں ھیں، حکومت کیا انسان کو اس سے بھی بلندتر درجہ تک پہنچا سکتی ہے جو یقین کرتی ہے کہ حکومت اور مذھب کو الگ الگ خانے میں رکھو،

حکومت ھوتی ہے تو اس کو کسی نہ کسی موقع پر کسی سے جنگ بھی کرنی ھوتی ہے اسلام میں لڑائیوں کے لڑنے کے جو ضوابط و قوانین مرتب کئے گئے ھیں، ان پر انسانیت فخر کر سکتی ہے

کلام پاک میں ہے کہ زیادتی کرنے والے سے لڑائی لڑی جائے، (الحجرات، آیت ۸) جو لوگ دین کے بارے میں لڑیں اُن سے بھی لڑائی کی جائے، جو لوگ گھروں سے نکال باھر کریں، اُن سے اور اُن کی مدد کرنے والوں سے بھی جنگ کی جائے، (الممتحنہ رکوع ـ ۲)

جنگ کے زمانہ یا صلح کے بعد زمینوں ، فصلوں، اور نسلوں کو تباہ کر دینا کسی حال میں جائز نہیں، (البقرة ٢٠٥)

دشمن اگـر صـلح کے لئے جھکـیں تو اُن سے صـلح کر لـی جائے، (انفال ـ ٦١)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب کسی مہم پر فوج روانہ فرماتے، تو سردار فوج کو جو احکام دیتے، ان میں ایک لازمی حـکم یہ ھوتا کہ کسي بوڑھے کسی بچے یا کسی عورت کو قتل نہ کیا جائے، (ابو داؤد کتاب الجہاد و باب فی دعاء المشرکین)،

آپ نے یہ منادی کر رکھی تھی کہ جنگ کے موقع پر جو دوسروں کے گھروں میں جا کر وھاں کے رھنے والوں کو تنگ کرے، یا لوٹے مارے، تو اس کا جہاد قبول نہیں کیا جائے گا، (ابو داؤد کتاب الجہاد جلد اول ص ٣٥٢) آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص محض لوٹ مار کرنے یا مـال غنیمت حاصل کرنے کی خاطر جہاد کرتا ہے اس کو کوئی ثواب نہیں ملے گا (بخاری کتاب الجہاد باب من قاتل لتکون کلمة اللہ ھی العلیا و صحیح مسلم کتاب الامارة)

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ لوٹ کا مال مردار گـوشت کے برابر ہے (ابو داؤد کتاب الجہاد جلد ثانی باب فی النہی اذا کان فی الطعام قلـة) آپ نے مقتولوں کا سر کاٹ کر گشت کرانے یا دشمن کو گرفتار کر کے کسی چیز سے باندھـ کر تیروں کا نشانہ بنانے یا تلوار سے قتل کرنے کی سخت ممانعت کی (المبسوط). آپ نے یہ بھی ھدایت کی کہ جنگ میں جو لوگ گرفتار ھوں ان پر احسان کیا جائے ، یا ان سے فدیہ لیا جائے، ایک بار چند قیدیوں کے قتل کئے جانے کی خبر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ملی ، تو آپ نے فرمایا، خدا کی قسم میں مرغ کو بھی اس طرح مارنا جائز نہیں رکھتا (ابوداؤد جلد٢ ص ١٠)

ایک بار ایک قیدی آپؐ کے پاس لایا گیـا، وہ آپ کے خلاف

آتشیں تقریریں کیا کرتا تھا، جب وہ قیدی بنا کر لایا گیا تو آپؐ سے کہا گیا کہ اس کے دانت توڑ دیئے جائیں، یہ سن کر آپؐ نے فرمایا کہ اگر میں اس کے دانت تڑوا دوں تو اللہ تعالیٰ میرے دانت توڑ دے گا، اگرچہ میں نبی ہوں، (سیرۃ ابن ہشام) جنگِ بدر کے قیدیوں کے ساتھ جو سلوک کیا گیا، وہ اپنی مثال آپ ہے ، آپؐ نے قیدیوں کو صحابیوں کے حوالے یہ کہکر کیا کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے، اُن کو کھانے پینے کی تکلیف نہ ہو، چنانچہ صحابہ خود کھجوریں کھا لیتے، لیکن قیدیوں کو پورا کھانا کھلاتےحنین کی جنگ کے چھ ہزار قیدیوں کو آپؐ نے کپڑے کے چھ ہزار جوڑے دیئے۔

آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ معاهدہ کا پیغام لے کر کوئی قاصد آئے، تو اُس کی جان کی پوری حفاظت کی جائے، یہ بھی فرمایا کہ دشمنوں سے معاهدہ کی پابندی ہر حال میں کی جائے، ہاں اگر دشمن معاهدہ کی خلاف ورزی کریں ، تو ان کے خلاف جنگی کاروائی کی جائے،

آپؐ کا یہ بھی حکم تھا کہ جب قیدی اور مفتوح علاقے کے لوگ اطاعت قبول کر لیں تو کوئی اُن پر حملہ نہ کرے بلکہ اُن کی پوری مدافعت کی جائے، اُن کو اُن کے مذہب سے برگشتہ نہ کیا جائے ان کی جان، اُن کی عزّت اُن کے مال کی حفاظت کی جائے، اُن کے قافلے اور تجارت کے کارواں کو محفوظ رکھا جائے، اُن کی زمین ، اُن ہی کے پاس رہے، جو چیزیں اُن کے قبضہ میں ہوں بحال رکھی جائیں، اُن کے پادری، رهبان اور پجاری، اُن کے عهدوں سے برطرف نہ کئے جائیں، صلیبوں اور مورتیوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے، اُن سے عشر نہ لیا جائے، اُن کے حقوق زائل نہ کئے جائیں، (فتوح البلدان ص ٦٥ ـ ٥٩ ، مقالات شبلی جلد اول ص ۱۸۹ ـ ۱۸۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس هدایت کا عملی نمونہ نجران کے عیسائیوں سے حسُن سلوک کر کے پیش کیا۔ ۸ھ میں پورا جزیرۃ العرب آپؐ کے زیرنگیں

ھوگیا، تو نجران کے عیسائیوں کو یہ حقوق دیئے کہ نجران اور اس کے اطراف کے باشندوں کی جانیں، اُن کا مذھب اُن کی زمینیں، ان کے اموال، اُن کے حاضر و غائب ، اُن کے قافلے، اُن کے سفراء اُن کی عورتیں، اللہ کی امان اور اس کے رسول کی ضمانت میں ھیں، اُن کی موجودہ حالت میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا، اور نہ ان کے حقوق میں سے کسی حق میں دست اندازی کی جائے گی، اور نہ مورتیں بگاڑی جائیں گی، کوئی اسقف اپنی اسقفیت، کوئی راھب اپنی رھبانیت اور کنبہ کا کوئی منتظم اپنے عھدہ سے نہ ھٹایا جائے گا، اور جو کچھ بھی کم یا زیادہ ان کے قبضہ میں ہے اسی طرح رہے گا، اُن کے زمانہ جاھلیت کے کسی جرم یا خون کا بدلہ نہ لیا جائے گا، ان سے نہ قومی خدمت لی جائے گی، اور نہ اُن پر عشر لگایا جائے گا، اور نہ اسلامی فوج اُن کی زمین کو پامال کرے گی، اور اُن میں سے جو شخص کسی حق کا مطالبہ کرے گا، اس کے ساتھ انصاف کیا جائے گا ۔ (فتوح البلدان بلاذری ص ٧٦ ، مطبوعہ مصر، کتاب الخراج امام ابو یوسف)

کیا اس سے بہتر جنگ و صلح کے قوانین آج کل کی اقوام متحدہ کی مجلس پیش کر سکتی ہے یہ قرآن اور حدیث کی مذھبی ھدایات ھیں، اگر ایسی مذھبی ھدایات کو حکومت سے علیحدہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو اس کے یہ معنی ھیں کہ حکومت ایسی ھدایت پر عمل کرنا پسند نہیں کرتی، وہ چاھتی ہے کہ مذھبی احکام سے بالاتر ھوکر جنگ و صلح کے موقع پر جو چاھے کرے، نکتہ چین مورخین مذھب کے نام پر لڑی جانے والی لڑائیوں میں بہت کچھ کیڑے نکال سکتے ھیں، مگر جمھوریت، قومیت، اشتراکیت اور اشتمالیت کے نام پر جو لڑائیاں لڑی گئی ھیں یا ھو رھی ھیں، اُن میں کھیں زیادہ کیڑے نکالے جا سکتے ھیں، بیسویں صدی کی جمھوری اور متمدن دنیا میں دو ایسی لڑائیاں لڑی گئیں ، جو پھلی جنگِ عظیم اور دوسری جنگ عظیم کے

نام سے یاد کی جاتی ہیں، ان لڑائیوں میں کیا کچھ نہیں ہوا،
انسانی خون کا سمندر بہایا گیا، انسان لنگڑے ، لولے، اور اندھے ہوئے، شہروں کی عمارتیں، عبادت گاہیں اور شفا خانے تباہ ہوئے، لاکھوں عورتیں بیوہ ہوئیں، اتنی ہی تعداد میں بچے یتیم ہوئے ، دنیا میں اقتصادی بدحالی آئی، جنگ کے بعد جب صلح نامہ پر دستخط ہوئے، تو ملکوں کے حصّے بخرے کئے گئے، لاکھوں آدمی گھر سے بےگھر ہوئے بعض ممالک کے گلوں میں سامراجیت کی غلامی کا طوق ڈالا گیا، اُن کے باشندوں کے ساتھ تحقیر آمیز سلوک کیا گیا، اُن کے ضمیر، زبان ، مذہب کی آزادی پر پابندی عائد کی گئی، ان ملکوں کی دولت سے سامراجیت کے خزانے کو پُر کیا گیا، پھر بھی ان لڑائیوں کے فاتحوں کے کارنامے زرّیں قرار دے کر ان پر بےشمار کتابیں قلمبند کیجا رہی ہیں ،

پھر جمہوریت کے علمبرداروں، اور مذہب کو حکومت سے علیحدہ رکھنے والوں ہی نے مراکش،الجزائر ، شام ، مصر، عراق، یمن وغیرہ کو غلام بنائے رکھا، انگلستان کو اپنی جمہوریت پر بڑا ناز ہے، لیکن ان ہی ناز کرنے والوں نے اپنے سامراجی جذبہ کو تسکین دینے کی خاطر، امریکہ، کنیڈا، ہندوستان، عدن، روڈیشیا اور جنوبی افریقہ کے گلے میں غلامی کا طوق ڈالا ، اور فخر کرتا رہا، کہ اس کے امپائر میں آفتاب غروب نہیں ہوتا ہے، ہالینڈ محض زراندوزی کی خاطر انڈونیشیا کو اپنی گرفت میں لے آیا، پرتگال اپنی آبادی کی مادی خوشحالی کے لیئے ایشیا، افریقہ کے علاقوں پر بےجا تسلّط اور قبضہ جما کر اپنی توسیع پسندی پر ناز کرتا رہا، امریکہ نے جمہوریت کے نام پر سترلاکھ ٹن سے زیادہ ہلاکت آفریں اور زہریلے بم گرائے ویٹ نام میں کمیونزم کے نام پر پچیس برس تک انسانی خون سے ہولی کھیلی گئی، اور اسی نام پر مشرقی یورپ اور مشرقی جرمنی کو

جھکنے پر مجبور کیا گیا، برلن کے بیچ شہر میں یا جوجی ما جوجی دیوار کھڑی کی گئی کہ اس شہر اور ملک کے اعزہ کو ایک دوسرے سے ملنے جلنے سے روکا جائے اور ابھی حال ھی میں افغانستان کی ایک کروڑ بارہ لاکھ کی آبادی کے لئے ایک لاکھ فوج بھیجی گئی اور دس لاکھ افغانیوں کو بےگھر کیا گیا،

یہ اُن حکومتوں کے کارنامے ھیں جو اسی پر یقین رکھتی ھیں، کہ جو قیصر کا ہے وہ قیصر کو دو، اور جو خدا کا ہے وہ خدا کو دو، اوپر کے تمام ھدیے ان قیصروں کو دیئے گئے ھیں، جنھوں نے اپنے یہاں یہ بورڈ لگا رکھا ہے کہ خدا کو بلااجازت اندر آنے کی ممانعت ہے آخر میں یہ کہنا ہے کہ مذھب سے سیاست خراب نہیں ھوتی ، مگر جب مذھب میں سیاست کسی مصلحت سے داخل کر دی جاتی ہے تو مذھب اور سیاست دونوں میں خرابیاں پیدا ھو جاتی ھیں ،

سیاست سے مذھب کو دور رکھ کر انسانی آبادی کو مصیبت ، ھلاکت ، خونریزی ، قتل، غارتگری، معاشی بدحالی ، اور حتی کہ معاشرتی زبوں حالی اور پراگندگی سے محفوظ نہیں کیا گیا، بیسویں صدی کی تاریخ یہی کہہ رھی ہے کہ اگر اسلام کی ان بنیادی باتوں پر جن کا ذکر اوپر کیا گیا تجربہ کر کے تھوڑے دنوں کے لئے دیکھا جائے، تو کیا عجب کہ انسان کی فلاح و بہبود کا سامان ھو جائے، یہ کہنے میں تأمل نہیں کہ مسلمانوں کے جن حکمرانوں نے اسلام کی مذکورۂ بالا بنیادی باتوں پر عمل نہیں کیا تو وہ اُن کی خاندانی یا اس علاقہ کے مسلمانوں کی حکومتیں تو ضرور رھیں ، مگر وہ اسلامی حکومتیں نہیں کہی جا سکتی ھیں، اور اگر اب بھی ان بنیادی باتوں پر عمل کر کے کوئی حکومت قائم کیجاتی ہے تو اسکی نوعیّت خواہ بادشاھت کی ھو یا عوامی جمہوریت کی ھو، وہ اسلامی حکومت کہی جا سکتی ہے، کوئی بادشاہ ان تمام باتوں پر عمل کر کے

اپنی حکومت کو آئیڈیل بناتا ہے تو وہ جمہوریت کے ان نمایندوں سے بہتر ہے جو ظالم فاسق، فاجر، عیّاش، شرابی، اور رند ہوں، لیکن ان کو حکومت کرنے کا حق صرف اسلئے ہو کہ وہ عوام کے ووٹوں سے برسراقتدار آئے ہیں، ۔

آخر میں پھر یہ کہنا ہے کہ اگر مسلمانوں کی حکومت کا کوئی نظام اسلامی تعلیمات پر مبنی نہیں ہے تو اس کو کسی حال میں اسلامی حکومت نہیں کہا جا سکتا، مولانا ابو الکلام آزاد نے اسی بات کو اب سے ٦٨ برس پہلے اپنے موثر انداز بیان میں اس طرح کہا تھا ، : ۔

,,اگر مسلمانوں نے اپنے لئے ایک نہایت آزادانہ پولیٹیکل پالیسی تیار کر لی، کانگریس سے بھی بہتر ایک پروگرام اُن کے ہاتھ میں ہوا، آئرلینڈ کے حکومت طلبوں سے بھی بڑھ کر جوش اور سرگرمی پیدا کرلی، پالٹیکس میں وہ از سر تاپا غرق ہوگئے ، اُن کا ہر فرد گلیڈسٹون اور مارلے ہوگیا ، لیکن ساتھ ھی اگر انھوں نے اپنے معتقدات اور اعمال کے اندر اسلام کی عملی روح نہ پیدا کی، اپنے تیئں دین الٰہی کی سلطنت کے ماتحت داخل نہ کیا، اور خشیت الٰہی اور زادِ تقویٰ سے محروم رہے تو میں اس یقین کی لازوال طاقت کے ساتھ جس میں کبھی موت اور شکست نہیں، اس بصیرت الٰہی کے ساتھ جس میں کبھی تزلزل اور تذبذب نہیں، از سر تاپا صدائے ربانی سن کر لکھتا ہوں کہ اگر آگ جلاتی ہے ، اور پانی ڈبوتا ہے اگر آفتاب مشرق سے نمودار ھوتا اور مغرب کی جانب غروب ہوتا ہے ، اگر مچھلی خشکی میں اور پرندہ دریا میں نہیں رہ سکتا، اگر قوائے فطریہ اور نوامیس طبیعیہ میں تبدیلی نہیں ہو سکتی ہے اور اگر یہ سچ ہے کہ دو اور دو پانچ نہیں

بلکه همیشه چار هوتے هیں تو یه کبھی نه مٹنے والی صداقت صفحۂ کائنات پر نقش سنگی ہے که مسلمانوں کی یه تمام بڑی سیاسی هـنگامـه آرائیـاں ، تعـلیـم و تربیـت کا غوغـائے محشـر خـیز اور پـولیٹیکل پالیسی کے تغیر و تبدل کا هیجان ایک لمحہ، ایک دقیقه اور ایک عشر دقیقه تک کے لئے کبھی نفع نهیں پهونچا سکے گا» ۔

(الهلال ١٦ ـ اکتوبر ١٩١٢ء ص ـ ٦)

●●●